© rasailojaraid.com

نظری اور گہرائی کے ساتھ شعر کہتے وقت یا شعری فکر کے استغراق کے وقت اپنی کیفیت نہیں بیان کی ہے جیسا کہ اقبال نے کیا ہے۔

می شود پردہ چشم پر کاہی گاہی — دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہی گاہی
وادی عشق بسی دور و دراز است ولی — طی شود جادہ صد سالہ بآہی گاہی
در طلب کوش و مدہ دامن امید زدست — دولت ہست کہ یابی سرراہی گاہی

شاعر کی نگاہ جب فکر میں ڈوبتی ہے تو اکثر ایک نظر میں تمام کائنات کا احاطہ کر لیتی ہے اقبال نے اس حقیقت کی طرف جس قادر الکلامی سے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے وہ معمولی شاعر نہیں کر سکتا۔

اسی طرح عشق کا جو روایتی گھسا پٹا تصور فارسی شاعری میں رہا ہے اقبال نے اس سے بلند ہو کر اسے حقیقی اور مجازی دونوں تصورات سے نکال کر ایک نئے معنیٰ عطا کیے ہیں اور وہ معانی عشق کا عقل سے تقابل کرنے پر سامنے آتے ہیں اقبال ہی کا ایک مصرعہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے ؎

زرہ درد دل از علم فلاطون بہ

اقبال کہتے ہیں کہ افلاطون کے تمام تر علم کے مقابلے پر درد دل کی ایک رمق کہیں زیادہ وقیع اور گراں قدر و قیمت رکھتی ہے۔

اسرار خودی اور رموز بے خودی میں اقبال نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایک مکمل فلسفہ حیات کا درجہ رکھتا ہے لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے فلسفہ کو انہوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم فارسی زبان میں نظم کر دیا۔ انہوں نے خودی اور بیخودی پر جس انداز سے طبع آزمائی کی ہے وہ انھیں کے بس کی بات تھی فارسی کے دوسرے بڑے شعراء میں سے کسی نے بھی اس طرح سے اشعار نہیں کہے ہیں اقبال نے خودی کا احساس شدت کے ساتھ کیا ہے، وہ اسکو انسان کی زندگی کے لیے لازم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھتے ہیں اگر انسان میں خودی موجود ہے تو وہ آرزو اور جستجو کرے گا اور جب آرزو یا خواہش کرے گا تو وہ اس آرزو اور خواہش کو پورا کرنے کے لئے جستجو اور جدوجہد کرے گا، اور یہی جستجو، محنت اور جدوجہد انسان کو زندۂ جاوید بنا دیتی ہے آرزو، تمنا، جستجو، زندگی اور خودی یہ سب آپس میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں اس نکتہ کو علامہ اقبال نے کتنی سادہ اور عام فہم فارسی میں پیش کیا ہے چند اشعار حسب ذیل ہیں جو اقبال کی سادہ روش اور عام فہم فارسی کی نشاندہی کرتے ہیں ؎

دل ز سوز آرزو گیرد حیات
غیر حق میرد چو او گیرد حیات
آرزو ہنگامہ آرائی خودی
موج بیتابی ز دریائی خودی

اگر انسان احساس خودی نہیں کرتا ہے تو اس کے دل میں تمنا اور آرزو پیدا نہیں ہوگی، ان آرزو اور تمنا کا دل میں نہ ہونا انسان کی مردہ دلی کی علامت ہے اس خیال کو بہت سادگی کے ساتھ اس شعر میں پیش کیا ہے ؎

چون ز تخلیق تمنا باز ماند
شہپرش اشکست واز پرواز ماند
زندہ را نفی تمنا مردہ ... کرد
شعلہ را نقصان سوز افسردہ کرد

بالا نوشتہ ان دو اشعار میں علامہ اقبال نے زندگی کا مکمل فلسفہ پیش کر دیا ہے۔ اقبال کے کلام کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امیر خسرو سے لے کر غالب تک بکھرے ہوئے شعری ادب پر مفکرانہ نظر ڈالی ہے اور اسکے زندہ عناصر کو اپنی شاعری میں جذب کر لیا ہے۔ انھوں نے بہت سے فارسی شاعروں کا نام لیا ہے اور

© rasailojaraid.com